بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
ــــ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود ــــ

اسلامی خلافت کا صحیح نظریہ

خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی!

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے)

مسئلہ عزل کے متعلق حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا اعلان

کچھ عرصہ ہوا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے اخبار "الرحمت" لاہور کے ایک مضمون کی بنا پر "الفضل" میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ اسلام اور احمدیت کی تعلیم کے مطابق کوئی خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا۔ یہ اعلان نہایت برمحل اور وقت کی ضرورت کے عین مطابق تھا کیونکہ بدقسمتی سے اس وقت بعض ایسے احمدی نوجوان بھی اس مسئلہ میں ٹھوکر کھا رہے تھے جنہوں نے ایک طرف تو حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خلافت کا ابتدائی زمانہ دیکھا ہے جبکہ یہ مسئلہ پوری طرح زیر بحث آ کر قطعی طور پر حل ہو چکا تھا۔ اور دوسری طرف وہ اس معاملہ پر قرآن و حدیث کی تعلیم اور خلفاء راشدین کے اقوال و حالات سے بھی اچھی طرح واقف نہیں اور چند سنی سنائی باتوں سے زیادہ علم نہیں رکھتے۔ اور تیسری طرف وہ موجودہ

زمانہ کے جمہوری ماحول سے غلط طور پر متاثر ہو کر خلیفہ کو بھی نعوذ باللہ ایک ایسا لیڈر سمجھنے لگ گئے ہیں جو لوگوں کے بنانے سے بنتا اور لوگوں کے گرانے سے گر سکتا ہے۔ پس الحمد للہ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے اس اعلان نے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

اس اعلان پر بعض دوستوں کا ایک ضمنی سوال

لیکن جیسا کہ ایسے معاملات میں قاعدہ ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے اس اعلان نے بعض دوستوں کے دل میں بعض ضمنی سوالات پیدا کر دیئے ہیں۔ اور وہ اعتراض کے طور پر نہیں بلکہ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي کے قرآنی اصول کے ماتحت اطمینان قلب کی غرض سے ان سوالات کے متعلق اسلام اور احمدیت کی تعلیم اور تاریخی واقعات کی روشنی میں تسلی چاہتے ہیں۔ یہ مسئلہ چونکہ نہایت اہم ہونے کے علاوہ بہت سی شاخوں پر مشتمل ہے اسلئے میں انشاء اللہ بشرط توفیق اسکے متعلق کچھ عرصہ تک ایک تحقیقی مضمون لکھنے کی کوشش کرونگا۔ فی الحال اختصار کے ساتھ صرف اس قدر بتانا چاہتا ہوں کہ اس بات میں کیا حکمت ہے کہ ایک دفعہ باقاعدہ منتخب ہونے کے بعد کوئی خلیفہ بعد میں کبھی معزول نہیں ہو سکتا۔ سوال کرنیوالے کہتے ہیں کہ جب یہ ایک بیّن حقیقت ہے کہ بظاہر حالات لوگوں کی کثرت رائے سے ہی ایک شخص خلیفہ منتخب ہوتا ہے اور اسلامی تعلیم بھی یہی ہے کہ مومنوں کی کثرت رائے سے خلیفہ منتخب ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ اگر بعد میں لوگوں کی کثرت رائے کسی خلیفہ کے معزول کرنے پر متفق ہو جائے تو وہ اُسے معزول کرنے کے حقدار نہ سمجھے جائیں؟ جو ہاتھ کسی چیز کو بناتا ہے وہ

اُسے توڑنے پر بھی قادر ہونا چاہیئے۔ اور پھر یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ انسان کے حالات میں تبدیلی بھی ہوتی رہتی ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ آج ایک شخص کو خلافت کا اہل سمجھ کر خلیفہ منتخب کیا جائے لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ کسی وجہ سے اس اہلیت کو کھو بیٹھے تو اس صورت میں مومنوں کی جماعت کو تبدیل شدہ حالات میں اپنے سابقہ فیصلہ کو بدلنے کا حق ہونا چاہیئے یہ وہ سوال ہے جو منجملہ دوسرے سوالوں کے بعض لوگوں کے دل میں پیدا ہو رہا ہے۔ اور گو وہ ایمانی رنگ میں یقین رکھتے ہیں کہ جس طرح حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے فرمایا ہے اور اس سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ بار بار وضاحت فرما چکے ہیں وہی صحیح اور درست ہے مگر وہ اپنے اطمینانِ قلب کے لئے اس حکم کی حکمت اور اس نظریہ کا فلسفہ جاننے کے متمنی ہیں کہ وہ زبان جو کسی خلیفہ کو منتخب کرنے میں کُھلی رکھی گئی ہے وہ حالات کے تبدیل ہونے پر اسکے معزول کرنے کے سوال میں کیوں بند ہے؟

اس سوال کا دو حرفی جواب

اس سوال کا مختصر اور دو حرفی جواب تو اس قدر کافی ہے کہ یہ بات ہرگز درست نہیں کہ خلیفہ محض لوگوں کی رائے سے منتخب ہوتا ہے۔ اگر حقیقت یہی ہوتی کہ لوگ خود خلیفہ بناتے ہیں تو پھر بے شک ایک حد تک سوال کرنے والوں کا یہ شبہ درست سمجھا جا سکتا تھا کہ جو ہاتھ ایک چیز کو بناتا ہے وہ حسبِ ضرورت اسے توڑ بھی سکتا ہے۔ مگر جیسا کہ میں ابھی ثابت کروں گا حقیقت اس سے بالکل مختلف۔

ہے۔ اور یہ دعویٰ کسی طرح صحیح ثابت نہیں ہوتا کہ خلافت حقہ ایک محض انسانی نظام ہے جس کا قیام لوگوں کی خوشی اور مرضی پر موقوف ہے کہ جب چاہا بنا لیا اور جب چاہا توڑ دیا۔ پس جبکہ یہ دعویٰ ہی باطل ہے تو اس دعویٰ کا وہ نتیجہ جو بعض ناواقف لوگ پیدا کرنا چاہتے ہیں کس طرح درست سمجھا جا سکتا ہے؟

خلافت کا عجیب و غریب رُوحانی نظام

حق یہ ہے کہ خلافت حقہ ایک نہایت عجیب و غریب رُوحانی نظام ہے جو خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر اور خاص تصرف کے ماتحت قائم ہوتا ہے اور گو اس میں نبوت کے قیام کی طرح خدا تعالیٰ اپنی وحی جلی کو کام میں لا کر منظرِ عام پر نہیں آتا مگر اس کی وحی خفی کی مخفی تاریں لوگوں کے قلوب پر تصرف کر کے ان کی رائے کو اس شخص کی طرف جسے خدا تعالیٰ خلیفہ بنانا چاہتا ہے اس طرح مائل کر دیتی ہیں کہ وہ اس کے سوا کسی اور کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ یہ حقیقت جو خلافت حقہ کے فلسفہ کی جان ہے اسلام اور احمدیت کی تعلیم اور اسلام اور احمدیت کی تاریخ سے اس وضاحت کے ساتھ ثابت ہے کہ کوئی دانا شخص جو غور اور تدبر کا مادہ رکھتا ہے اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ قرآن اور حدیث اور خلفاء راشدین کے اقوال و حالات اور پھر اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور آپ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

ایدہ اللہ بنصرہ کے ارشادات سب کے سب بلا استثناء اس حقیقت کے گواہ اور شاہد ہیں کہ گو خلفاء کے انتخاب میں بظاہر مومنوں کی زبان چلتی ہے مگر حقیقۃً تصرف خدا کا ہوتا ہے۔ اور ایک نبی یا سابقہ خلیفہ کی وفات پر آسمانی چرواہے کا مخفی عصا مومن بھیڑوں کو جو اس وقت انتشار کی حالت میں ہوتی ہیں گھیر گھیر کر ایک محفوظ احاطہ میں جمع کر دیتا ہے۔

مسئلہ خلافت کے متعلق قرآنی تعلیم!

سب سے پہلے میں قرآن مجید کو لیتا ہوں جو خدائے علیم و حکیم کا کلام اور ہمارے نظام روحانی کا مرکزی نقطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نے قرآن کریم میں بارہ مختلف مقامات پر خلافت کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض میں قومی خلافت مراد ہے۔ اور بعض میں انفرادی خلافت مراد ہے۔ اور بعض میں مخلوط مضمون ہے۔ پھر انفرادی خلافت میں سے بعض جگہ مامور خلیفہ مراد ہے۔ اور بعض جگہ غیر مامور خلیفہ مراد ہے۔ مگر ان سب مقامات میں بلا استثناء ہر جگہ خدا تعالیٰ نے خلافت کو خواہ وہ کسی قسم کی ہے خود اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اگر کسی شخص کو شوق ہو تو سورۃ بقرۃ آیت ۳۱۔ اور سورۃ انعام آیت ۱۳۴۔ اور پھر سورۃ انعام آیت ۱۶۶ اور سورۃ اعراف آیت ۷۰۔ اور پھر سورۃ اعراف آیت ۱۳۰ اور سورۃ یونس آیت ۱۵۔ اور پھر سورۃ یونس آیت ۷۴

اور سورۃ ھود آیت ۵۸۔ اور سورۃ نور آیت ۵۶۔ اور سورۃ نمل آیت ۶۳۔ اور سورۃ فاطر آیت ۴۰۔ اور بالآخر سورۃ ص آیت ۲۷ کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ میں اس جگہ نمونہ کے طور پر صرف تین آیتوں کے اندراج پر اکتفا کرتا ہوں نسلِ انسانی میں انفرادی خلافت کے آغاز کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۱)

یعنی "اے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت کو یاد کر جب کہ تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں اس دنیا میں ایک شخص کو خلیفہ بنا کر آسمانی ہدایت کا آغاز کرنے لگا ہوں"

پھر اس کے بعد بنی اسرائیل کی انفرادی خلافت کے وسطی نقطہ کے متعلق فرماتا ہے :-

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ۔ (سورۃ ص آیت ۲۷)

یعنی "اے داؤد ہم نے تجھے ملک میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے"

اور بالآخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں انفرادی اور قومی خلافت کے متعلق مخلوط طور پر اصولی رنگ میں فرماتا

ہے کہ:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمْنًا۔ (سورۃ نور آیت ۵۶)

یعنی اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے کہ وہ ضرور ضرور انہیں دُنیا میں خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور وہ اُن کے ذریعہ اس دین کو جو اس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے دُنیا میں مضبوط اور مستحکم کر دے گا اور اُن کے خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔"

اس آیت میں جو آیتِ استخلاف کہلاتی ہے: اور قرآن کریم کی اہم ترین آیات میں سے ہے جو تُقی کے مومنوں کے لئے انفرادی خلافت کا اور عام مسلمانوں کے لئے قومی خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف شہادۃ القرآن میں

اپنی خداداد خلافت کے متعلق اور رسالہ الوصیت میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق اسی قرآنی آیت سے استدلال فرمایا ہے۔ اور یہی حال دوسری قرآنی آیات کا ہے جن میں بلا استثناء ہر جگہ خدا تعالیٰ نے خلفاء کے تقرر کو لازماً خود اپنی طرف منسوب کیا ہے جو اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت ہے کہ خلافت کے معاملہ کو خواہ وہ انفرادی ہے یا قومی خدا نے صرف اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔

اگر اس جگہ کسی شخص کو یہ اعتراض پیدا ہو کہ خدا تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں ضلالت اور گمراہی تک کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس معاملہ میں خلافت کی کوئی خصوصیت نہیں تو یہ ایک نادانی کا اعتراض ہوگا کیونکہ جہاں خلافت ایک اعلیٰ درجہ کا انعام و اکرام ہے وہاں گمراہی ایک انتہا درجہ کی بدبختی اور محرومی ہے۔ پس خدا کی طرف ان دو چیزوں کی نسبت کبھی بھی ایک رنگ میں نہیں کی جا سکتی۔ اور حق یہی ہے کہ جہاں خلافت کا انعام خدا کی مشیت اور خوشنودی کے اظہار کے لئے خدا کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہاں ضلالت اور گمراہی کی نسبت صرف اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے کہ کسی شخص کا گمراہ ہونا خدا کے اس قانون کے ماتحت ہے کہ اس نے انسان کو صاحب اختیار بنایا ہے کہ وہ چاہے تو ہدایت پر قائم ہو جائے اور چاہے تو گمراہی کا رستہ لے لے۔ اسی لئے قرآن شریف نے دوسری جگہ صراحت فرمائی

ہے کہ گو گمراہ ہونے والے لوگ بھی خدائی قانون کے ماتحت ہی گمراہ ہوتے ہیں۔ مگر ان کے گمراہ ہونے کی ذمہ داری خود ان پر ہے کیونکہ صرف وہی لوگ گمراہ ہوتے ہیں جو خود اپنی مرضی سے بدی کا رستہ اختیار کرتے ہیں۔ بہرحال یہ غیر معمولی حقیقت کہ قرآن شریف میں بارہ جگہ خلافت کا ذکر آیا ہے اور ان سب میں بلا استثناء خدا نے ہر قسم کی خلافت کو خود اپنی طرف منسوب کیا ہے اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت ہے کہ خلیفہ گری کی تاریں صرف خدا کے ہاتھ میں ہیں اور انسان اس میدان میں ایک آلہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

خلافت کے متعلق حدیث کا بیان کردہ نظریہ

دوسرا نمبر حدیث کا ہے۔ سو وہ بھی قرآن کی طرح اس بات پر برملا شہادت دے رہی ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ میں اس جگہ صرف دو حوالوں پر اکتفا کروں گا۔ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایت آتی ہے کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ لقد ہممت ان ارسل الی ابی بکر حتی اکتب کتاباً فاعہد ان یتمنی المتمنون ویقول قائل انا اولیٰ ثم قلت یابی اللہ ویدفع المؤمنون۔

(بخاری)

یعنی "حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں مجھ سے فرمایا
کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ابوبکرؓ کو بلا کر ان کے حق میں خلافت
کی تحریر لکھ جاؤں تاکہ میرے بعد دوسرے لوگ خلافت
کی تمنا میں کھڑے نہ ہو جائیں۔ اور کوئی کہنے والا یہ نہ
کہے کہ میں ابوبکرؓ کی نسبت خلافت کا زیادہ حقدار ہوں
مگر پھر میں نے اس خیال سے یہ ارادہ ترک کر دیا کہ خدا تعالیٰ
ابوبکرؓ کے سوا کسی اور شخص کی خلافت پر راضی نہ ہوگا۔
اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور کی خلافت قبول
کرے گی"

یہ لطیف حدیث اسلامی خلافت کے فلسفہ کا حقیقی نچوڑ ہے کیونکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ گو بظاہر ایک غیر مامور خلیفہ کا انتخاب لوگ کرتے ہیں مگر درحقیقت اس کے انتخاب میں خدائی تقدیر کام کر رہی ہوتی ہے اور خدا اپنے خاص الخاص تصرف سے لوگوں کے دلوں اور ان کی زبانوں کو خلافت کے اہل شخص اور اپنے منظور نظر انسان کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ گویا آجکل کی سیاسی اصطلاح کے مطابق کہہ سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں خدا نہاں پردہ رہ کر اپنی مخفی تاروں کے ذریعہ وائر پلر (wire puller) کا کام کرتا ہے۔ یعنی گو بظاہر لوگوں کی زبان بولتی ہے مگر حقیقۃً تصرف خدا کا چلتا ہے۔ اور ـــــ

"وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے"

پھر ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ:-

لعل اللہ یقمصک قمیصاً فان ارادک المنافقون علی خلعہ فلا تخلعہ۔

(ترمذی و ابن ماجہ مخلوطاً)

یعنی "اے عثمان! خدا تجھے ایک قمیص پہنائے گا مگر بعض منافق لوگ اسے اتارنا چاہیں گے لیکن تم اسے ہرگز نہ اتارنا"

یہ حدیث بھی اس مسئلہ میں نہایت واضح اور صاف ہے۔ کیونکہ اس میں ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم بالکل قطعی اور غیر مشکوک الفاظ میں خلافت کے تقرر کو خدا کی طرف اور عزل کی کوشش کو لوگوں کی طرف بلکہ لوگوں میں سے بھی منافقین کی طرف منسوب فرماتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نہ صرف خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بلکہ بلا استثناء تمام عالمِ اسلامی نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمانؓ کی خلافت اور بعد میں بعض لوگوں کی طرف سے ان کے عزل کی کوشش کی طرف اشارہ ہے۔ بلکہ ایک دوسری روایت میں یہاں تک ذکر آتا ہے کہ جب فتنہ پردازوں نے جمع ہو کر حضرت عثمانؓ کو خلافت سے دست بردار ہو جانے کے لئے کہا۔ اور اس مطالبہ پر دھمکی کے رنگ میں زور دیا۔ تو

انہوں نے اسی حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑی جرأت کیساتھ فرمایا کہ:۔

لا اخلع سربالاً سربلنیه اللّٰه

یعنی "میں اس عبا کو ہرگز نہیں اتاروں گا جو خدا نے مجھے پہنائی ہے"

اور پھر اسّی سالہ بوڑھے مگر باغیرت اور بہادر خلیفہ برحق نے بلوائیوں کے ظلم کا شکار ہو کر اپنی جان تو دے دی مگر اس مقدس قمیص کے دامن کو نہیں چھوڑا جو خدائے حکیم نے اس کے کندھوں پر ڈالی تھی۔

مسئلہ خلافت کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بروز کمالی اور مثیل مثالی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے آپؑ کی تحریرات اور ارشادات بھی اس معاملہ میں روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ مگر میں اس جگہ صرف دو حوالوں پر اکتفا کروں گا۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا میں ایک زلزلہ آجاتا ہے۔ اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے۔ مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اسے مٹاتا ہے۔ اور پھر گویا ازسرِ نو اس خلیفہ کے ذریعہ

استحکام ہوتا ہے"

(الحکم مورخہ [illegible] اپریل [illegible])

دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی - اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے - اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانوں کی طرح ہو گئے - تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا - اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً یعنی خوف کے بعد ہم ان کے پیر جما دینگے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا ... ... اور ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا ... ... سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے ... ... سو اب ممکن نہیں کہ خدا اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے ... ... میں خدا

کی ایک مجسّم قدرت ہوں۔ اور میرے بعد
بعض اور وجود ہوں گے۔ جو دوسری قدرت
کے مظہر ہوں گے۔" (رسالہ الوصیت)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان واضح حوالوں سے ثابت ہے کہ نہ صرف یہ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اور ہر مامور کے وقت میں خدا کی یہی سنّت رہی ہے۔ بلکہ یہ بھی کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت اور اسی اصل کے ماتحت حضرت عمرؓ اور دوسرے خلفاء کی خلافت بھی سورۃ نور کی آیتِ استخلاف کے ماتحت تھی۔ اور پھر ان حوالوں سے یہ بات بھی قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی خلفاء کا سلسلہ چلے گا۔ جنہیں خدا خود قائم فرمائے گا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف لکھا ہے کہ "میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کے مظہر ہوں گے۔"

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے اعلانات!

اس کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا جبکہ بعض خام خیال لوگوں نے اس زمانہ کے جمہوری اور دستوری نظاموں سے متاثر ہو کر اور روحانی اور مادی نظاموں کے فرق کو نہ سمجھتے ہوئے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اعتراض

کرنے شروع کئے اور آپ کو معزول کرنے کی کوششیں بنائی۔ اس پر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے جو ارشادات فرمائے اُن میں سے بعض ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

"سُن لو کہ نہ مجھے کسی انسان نے اور نہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی کچھ قدر کرتا ہوں۔ اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں۔ اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رِدا (چادر) مجھ سے چھین لے۔"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

پھر فرماتے ہیں کہ:۔

"مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے۔ اور اپنے مصالح سے بنایا ہے۔ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی .... اگر خدا تعالیٰ نے مجھے معزول کرنا ہوگا تو وہ مجھے موت دے دے گا۔ تم اس معاملہ کو خدا کے حوالہ کرو۔ تم معزولی کی طاقت نہیں رکھتے .... مجھ کو کوئی شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا ہے۔"

(الحکم ۲۱ جنوری ۱۹۱۴ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے یہ حوالے جو اس قسم کے بیسیوں حوالوں میں سے صرف نمونہ کے طور پر لئے گئے ہیں کتنے واضح اور کتنے زوردار ہیں! اور پھر اس مرکزی نکتہ کے علاوہ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے ان حوالوں میں یہ مزید نکتہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر بالفرض کسی خلیفہ کے متعلق خدا یہ دیکھے کہ وہ بعد میں جسمانی کمزوری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے خلافت کے فرائض کے قابل نہیں رہا تو وہ اُسے خود وفات دیکر اس دُنیا سے اُٹھا لیتا ہے۔ لیکن کسی صورت میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ لوگ اس کے بنائے ہوئے خلیفہ کو معزول کریں۔ اور نہ ایسی معزولی کا کسی کو اختیار ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی تصریح

اس کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا زمانہ آتا ہے۔ سو اس زمانہ کے تعلق میں یہ بات تو معروف اور مسلّم ہی ہے کہ اس خلافت کے آغاز میں غیر مبائعین کی طرف سے فتنہ ہی یہ تھا کہ وہ خلافت کو اُڑانا چاہتے تھے۔ یا اُسے ایک معمولی رسمی سی امارت کا رنگ دے کر صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت رکھنا چاہتے تھے۔ اور اسی بنا پر یہ لوگ جماعت سے کٹ گئے۔ اسلئے اس زمانہ کے تعلق میں زیادہ حوالوں کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے اس

آخری اعلان پر ہی اکتفا کرتا ہوں جو اخبار "الرحمت" کے مضمون کے جواب میں حضور نے ابھی ابھی شائع فرمایا ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ:۔

"اگر خلیفہ اسلام میں معزول ہو سکتا ہے تو یقیناً حضرت عثمانؓ و علیؓ مجرم ہیں۔ کیونکہ ان کی اپنی جماعت کے ایک حصہ نے کہہ دیا تھا کہ ہم آپ کو خلافت سے معزول سمجھتے ہیں لیکن حضرت علیؓ نے تلوار میان سے نکالی اور ہزاروں خارجیوں کو قتل کر کے رکھ دیا .... حضرت عثمانؓ سے بھی باغیوں کا یہی مطالبہ تھا کہ آپ خلافت چھوڑ دیں .... لیکن انہوں نے اپنی جان قربانی کے لئے پیش کر دی اور عزل کا عقیدہ رکھنے والوں کا منہ کالا کر دیا .... پھر ہمارے زمانہ میں آ کر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی یہ سوال اٹھا۔ اور آپؓ نے فرمایا کہ تم کون ہوتے ہو مجھے معزول کرنے والے۔" (الفضل ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۵ء)

خلافت ایک خدائی نظام ہے اور صرف خدا کے حکم سے ٹوٹ سکتا ہے	کیا ان واضح اور بین حوالہ جات کے ہوتے ہوئے

جو قرآن اور حدیث کی نصوص صریحہ اور خلفاء راشدین کے اقوال و حالات سے لیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول؛

رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ارشادات تک مسلسل پھیلے ہوئے ہیں اور بلا استثناء ایک ہی ٹھوس حقیقت اور ایک ہی روشن تعلیم کے حامل ہیں کوئی دانا شخص اس بات میں شبہ کر سکتا ہے کہ خلافت ایک روحانی نظام ہے جو صرف خدا کے حکم سے قائم ہوتا ہے۔ اور خلیفہ ایک دینی امام ہے جو صرف خدا کے بنانے سے بنتا ہے؟ تو جب خلافت کا قیام خدا کے خاص حکم سے ہوتا ہے تو پھر اسکے عزل کا اختیار لوگوں کے ہاتھ میں کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟ بنائے تو ایک چیز کو خدا اور بنائے بھی اپنی خاص سکیم اور خاص تقدیر اور خاص تصرف کے ساتھ مگر اسکے توڑنے کا اختیار لوگوں کو حاصل ہو!! یہ اندھیر خدائی قانون اور خدائی حکومت میں کبھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر کسی شخص کو یہ شبہ گذرے کہ نبی بھی تو خدا بناتا ہے۔ اور اپنی وحی جلی کے ذریعہ بلاواسطہ حکم دیکر بناتا ہے۔ لیکن پھر بھی لوگ نبیوں کو دکھ دیتے ہیں بلکہ جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے انہیں قتل تک کر دیتے ہیں۔ اور انجیل سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قتل ثابت ہے۔ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی سچے خلیفہ ہونیکے باوجود شہید ہوئے تھے۔ تو یہ شبہ سخت ناواقفی کا شبہ ہوگا کیونکہ یہاں باغی بنکر کسی چیز کو ناجائز طور پر مٹانے کا سوال نہیں بلکہ خدائی قانون کے ماتحت جائز صورت میں مٹانے کا سوال ہے۔ پس جو شخص یا جو گروہ کسی سچے خلیفہ کے عزل کی کوشش کریگا وہ بھی خدائی قانون کا باغی سمجھا جائیگا۔

اور خواہ وہ اپنی مفسدانہ کوشش میں کامیاب ہو یا نہ ہو وہ بہرحال ایک مجرم کی سزا پائے گا۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے خلاف سر اٹھانے والوں اور اُن کے عزل کی کوشش کرنے والوں کو منافق قرار دیا ہے۔ کیونکہ گو وہ ظاہر میں اسلام کا دم بھرتے تھے مگر خدا کی نظر میں وہ منافق اور نظامِ اسلام کے دشمن تھے۔ اور اسی بنا پر قرآن شریف نے بھی خلفاء کے منکروں کو سورۃ نور میں فاسق قرار دیا ہے۔ گویا بالفاظِ دیگر خدا نے یہ فرمایا ہے کہ تم ہمارے نبی کو تو ماننے کا دعویٰ کرتے ہو لیکن نبی کے کام کو چلانے اور جاری رکھنے کیلئے جو نظام ہم نے قائم کیا ہے اُس کا انکار کر کے ہماری جاری کردہ سکیم اور ہماری بوئی ہوئی فصل کو تباہ کرنا چاہتے ہو! پس تم فاسق ہو کہ زبان پر تو اسلام ہے مگر تمہارے ہاتھ پاؤں اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہیں۔ فافھم و تدبّر ولا تکن من الممترین۔

اصل سوال خلافت کے تقرر کا ہے نہ کہ عزل کا

دراصل غور نہیں کیا گیا ورنہ یہ بات بالکل آسانی کے ساتھ سمجھی جا سکتی ہے کہ خلافت کے مسئلہ میں اصل سوال عزل کا نہیں بلکہ اصل سوال خلافت کے تقرر اور قیام کا ہے۔ اور عزل کا سوال تقرر کے سوال کے تابع اور اس کی فرع اور شاخ ہے۔ عزل کیا ہے؟ ایک بنی ہوئی عمارت کو گرانے کا نام عزل ہے۔ تو کیا دُنیا کے پردہ پر کوئی ایسا نادان شخص بھی ہو سکتا ہے جو اس بات کا علم حاصل کرنے کے بغیر ہی کسی عمارت

کو گرانا شروع کر دے کہ یہ عمارت میری ہے یا کسی اور کی؟ یقیناً جو شخص کسی دوسرے کی عمارت کو مسمار کرنے کے درپے ہوگا وہ مجرم بنے گا اور پکڑا جائے گا اور اپنے جرم کی سزا پائیگا۔ اور یہاں تو کسی دوسرے شخص کی عمارت کا سوال نہیں بلکہ حکومت کی عمارت اور خدا کی عمارت کا سوال ہے۔ پس نادان بنکر عزل کے سوال کے پیچھے مت پڑو بلکہ یہ دیکھو کہ خلافت قائم کس طرح ہوتی ہے۔ اگر اسلامی خلافت زمین و آسمان کے خالق و مالک، اور اس دنیا کے حاکم و آقا کی بنائی ہوئی عمارت ہے اور تم اس عمارت کو کھڑا کرنے میں محض ایک آلہ کی حیثیت رکھتے ہو اور حقیقۃً تقدیر خدا کی چلتی اور انتخاب خدا کا ہوتا ہے تو پھر اس قلعہ پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرو کہ اس پر خدائی گارد کا پہرہ ہے۔ اور گو خدا کے مادی قانون کے ماتحت تم اس قلعہ کو نقصان پہنچانے میں وقتی طور پر کامیاب ہو جاؤ مگر تم بالآخر اس کے نتائج سے بچ نہیں سکتے اور اس کا روحانی قانون تمہیں جلد یا بدیر کچل کر رکھدے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:۔

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

دینی اماموں اور دنیوی لیڈروں میں اصولی فرق

بدقسمتی سے سارا دھوکا اس بات کا لگ رہا ہے کہ دینی اماموں اور دنیوی

لیڈروں کے فرق کو نہیں سمجھا گیا۔ اور سب کو ایک ہی قسم کے پیشرو قرار دیکر اور ایک ہی قانون کے ماتحت لاکر فتویٰ لگا دیا گیا ہے کہ چونکہ دُنیوی لیڈروں کا تقرر وقتی ہوتا ہے اور حسبِ ضرورت انہیں معزول بھی کیا جا سکتا ہے اسلئے دینی مقتداؤں اور رُوحانی اماموں پر بھی یہی قانون جاری ہونا چاہیئے۔ حالانکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دُنیوی لیڈر جمہوری نظام کا حصہ ہوتا ہے جسمیں حکومت کا حق جمہور کی طرف سے ہوکر نیچے سے اُوپر کو جاتا ہے۔ لیکن اسکے مقابل پر دینی امام خدا کے رُوحانی نظام کا جزو ہوتا ہے جسمیں حکومت کا حق خدا کی طرف سے ہوکر اُوپر سے نیچے کو اُترتا ہے۔ پس ان دونو کو ایک ہی قانون کے ماتحت لانا قیاس مع الفارق ہی نہیں بلکہ اوّل درجہ کی نادانی میں داخل ہے۔

علاوہ ازیں اس بات کو بھی نہیں سوچا گیا کہ ایک مذہبی امام و دینی پیشوا نے لوگوں کے لئے محبت اور اخلاص کے جذبات کا مرکز بننا اور اُن کے لئے دین کے میدان میں نمونہ پیش کرنا ہوتا ہے اسلئے اس جہت سے بھی اس کے متعلق عزل کا سوال نہیں اُٹھ سکتا۔ کیا کوئی انسانی فطرت اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ مثلاً آج تو اس کی محبت کا مرکز زید کو مقرر کر کے اس کے واسطے زید کو نمونہ قرار دیا جائے اور کل کو زید کی زندگی میں ہی اُسے کہا جائے کہ اب تمہارے لئے خالد نمونہ ہوگا۔ اور پرسوں خالد سے مُنہ موڑ کر بکر کو نمونہ بنا دیا جائے؟ یقیناً دین کے میدان میں یہ ایک کھیل کی صورت بن جائیگی۔ اور اسلام کا خدا کھیل سے بالا ہے۔ لیکن

اسکے مقابل پر دنیوی لیڈروں کا تقرر چونکہ محض سیاسی مصالح پر مبنی ہوتا ہے اور ان کے متعلق محبت اور اخلاص کے جذبات کا کوئی سوال نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے لئے دین اور اخلاق کے میدان میں نمونہ بننے کی ضرورت سمجھی جاتی ہے اسلئے ان کے معاملہ میں حسب ضرورت عزل کا رستہ اختیار کرنے میں کوئی امر مانع نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس جگہ یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ خلفاء کے متعلق نمونہ بننے کا پہلو میرا تراشیدہ نہیں ہے بلکہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔ (ابوداؤد)

یعنی "اے مسلمانو! تم پر میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ ٹھیک رستہ پر چلنے والے اور ہدایت یافتہ لوگ ہوں گے"

یہ صحیح حدیث واضح الفاظ میں بتا رہی ہے کہ خلفاء اپنے وقت میں اپنی جماعت کے لئے نمونہ کا کام دیتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے بھی ان کے متعلق عزل کا سوال بالکل خارج از بحث ہے۔

خلافت کا نظام نبوت کے نظام کی فرع ہے!

حق یہ ہے کہ جیسا کہ میں اوپر اشارہ کر چکا ہوں خلافت نبوت ہی کی فرع اور اسی کی شاخ ہے۔ قدیم سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت چلی آتی ہے کہ جب وہ دنیا میں کوئی بڑی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے اپنے حکیمانہ انتخاب کے

ماتحت کسی نبی کو اپنے الہام کے ذریعہ مبعوث کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔ یعنی خدا ہی اس بات کو بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا منصب کس کے سپرد کرے۔ لیکن چونکہ لازمہ بشریت کے ماتحت نبی کی عمر بہرحال محدود ہوتی ہے اور اصلاح کا کام اور پھر اس کام کا استحکام لمبے عرصہ کی نگرانی اور لمبے زمانہ کی تعلیم اور تربیت کا متقاضی ہے اسلئے قدیم سے اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ نبی سے اس کے کام کی تخم ریزی کرا کے اس کی تکمیل کے لئے نبی کے بعد خلافت کا سلسلہ چلاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ اسوقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ خدا کے علم میں اس کام کی واجبی تکمیل نہ ہو جائے۔ نبوت اور خلافت کا یہ دَور ہر نبی کے زمانہ میں نظر آتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیّت میں اس کی بڑی لطیف تشریح فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ خدا تعالیٰ کی سُنّت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سُنّت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے۔۔۔۔۔ اور جس راستبازی کو وہ دُنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتی ہے

مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھا اور طعن اور تشنیع کا موقع دیتا ہے۔

اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر (خلفاء کے ذریعہ) ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں...... اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے...... جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا۔" (رسالہ الوصیت)

۱۰ پس خلافت دراصل نبوت کے نظام کا تتمہ ہے جسے انگریزی میں کرالوری (Corollary) یا سپلیمنٹ (Supplement) کہتے ہیں کیونکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کسی نبوت کا کام خلافت کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ تو جب صورت حال یہ ہے تو خلافت کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ ایک اپنی مرضی کی چیز ہے کہ جب چاہا بنالی اور جب چاہا توڑ دی ایک طفلانہ خیال سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اسی لئے ہمارے آقا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جن سے بڑھ کر کوئی شخص دنیا کے پردہ پر رازدار حقائق روحانی نہیں گذرا فرماتے ہیں:۔

ما کانت نبوة قط الا تبعتها خلافة (ابن عساکر)

یعنی "کبھی کوئی نبوت ایسی نہیں ہوئی کہ اس کے بعد خلافت نہ قائم کی ہو"

خلیفہ غلطی کرسکتا ہے مگر پھر بھی اُسکا عزل جائز نہیں | پس اگر غور کیا جائے تو

خلافت کے متعلق عزل کا سوال دراصل نبوت کے جسم پر عمل جراحی کرنے کے
مترادف ہے۔ کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ انسان ایک ہی جسم کے آدھے دھڑ
کو سلامت رکھ کر اسی جسم کے دوسرے آدھے دھڑ کو کاٹنے کی کوشش کرے۔
اور یہ کہنا کہ خلیفہ تو غلطی کر سکتا ہے لیکن نبی غلطی نہیں کرتا اسلئے خلیفہ کے عزل کی
اجازت ہونی چاہیئے ایک سخت کوتاہ نظری کا شبہ ہوگا کیونکہ بیشک درجہ میں
بڑا فرق ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ بشر ہونیکے لحاظ سے نبی بھی اجتہادی
غلطی کر سکتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) خود اپنے
متعلق فرماتے ہیں کہ جب میرے پاس دو شخص اپنے حقوق کا مقدمہ لاتے
ہیں تو ہو سکتا ہے کہ میں ایسے شخص کے حق میں فیصلہ دیدوں جو چرب زبان
ہے لیکن حق پر نہیں۔ مگر میرے فیصلہ کی وجہ سے کوئی مال جھوٹے شخص کیلئے
جائز نہیں ہو جائیگا۔ پس جب اجتہادی امور میں ایک نبی بھی بشر ہونیکے
لحاظ سے غلطی کر سکتا ہے تو یہ کہنا کس طرح جائز ہوگا کہ چونکہ خلیفہ غلطی کر سکتا
ہے اسلئے اسکے عزل کی اجازت ہونی چاہیئے۔ میں بھی کہتا ہوں کہ بیشک نبی
اور غیر مامور خلیفہ کے مقام میں بڑا فرق ہے۔ نبی متبوع ہوتا ہے اور خلیفہ تابع۔
نبی لازماً معصوم ہوتا ہے اور خلیفہ ضروری نہیں کہ معصوم ہو۔ نبی براہ راست
الہام کے ذریعہ مبعوث ہوتا ہے اور خلیفہ کے تقرر میں گو اصل تقدیر خدا
کی چلتی ہے مگر بظاہر لوگوں کے انتخاب کا بھی دخل ہوتا ہے۔ نبی کی سنت
دائمی ہوتی ہے اور خلیفہ کی سنت اسکے زمانہ کیلئے محدود ہوتی ہے۔ لیکن
باینہمہ نبی اور خلیفہ دونو ایک ہی روحانی مشین کے کل پرزے ہیں اور دونو

عملی تدبیر مرتب خدا کی رحمت اور قدرت کے سایہ میں پرورش پاتے ہیں اور خدا تعالیٰ خلفاء کو بھی ایسی غلطی سے بچاتا ہے جو الٰہی جماعت کیلئے تباہ کن ہو۔ اسی لئے صوفیاء نے لکھا ہے کہ گو نبیوں کی طرح اولیاء اور خلفاء کو معصوم نہیں قرار دیا جاسکتا مگر وہ محفوظ ضرور ہوتے ہیں۔ یعنی وہ بحیثیت مجموعی خدا کی حفاظت کے نیچے ہوتے ہیں۔ اور خدا کا سایہ ان کے سر پر رہتا ہے۔ لہٰذا اس جہت سے بھی خلفاء کے عزل کا سوال نہیں اٹھ سکتا۔ انکے عزل کا ایک اور صرف ایک ہی رستہ ہے کہ خدا انہیں موت کے ذریعہ اپنے پاس بلالے اور موت خدا کے حکم کے نیچے ہے۔ کیا اعتراض کرنیوالے اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اگر دین خدا کا ہے تو اسے اپنے دین کی ان لوگوں سے بڑھ کر فکر ہونی چاہیئے۔؟

عزل کے معاملہ میں لوگوں کی آواز کو کیوں خدا کی آواز نہ سمجھا جائے

پھر کہا جاتا ہے کہ اگر باوجود اس بات کے کہ بظاہر خلفاء کا انتخاب لوگ کرتے ہیں اس انتخاب کو خدا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو اگر لوگ کسی خلیفہ کے عزل کا فیصلہ کریں تو انکے اس فیصلہ کو بھی کیوں نہ خدا کا فیصلہ قرار دیا جائے؟ آخر جب خلیفہ کے تقرر کے معاملہ میں لوگوں کی آواز خدا کی آواز بن جاتی ہے تو خلیفہ کے عزل کے معاملہ میں بھی اس آواز کو کیوں نہ وہی رتبہ حاصل ہو؟ مگر یہ اعتراض بھی بالکل سطحی اور بودا ہے۔ کیونکہ ہم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ لوگوں کی ہر بات خدا کی بات ہوتی ہے اور لوگوں کا ہر فیصلہ خدا کا فیصلہ سمجھا جانا چاہیئے۔ بلکہ ہم نے تو صرف یہ کہا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ خلافت کے تقرر کو ہر جگہ اپنی طرف منسوب فرماتا ہے اور صاف کہتا ہے کہ خلیفہ میں بناتا ہوں اور حدیث میں

ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم بھی ؟ یہی تعلیم ہے کہ اگرچہ بظاہر خلیفہ بنانا یہ ہے کہ اسلئے لوگوں کی وہ آواز جو خلیفہ کے تقرر کے متعلق ہوگی وہ بلا شبہ خدا کی آواز قرار دیجائیگی لیکن اسکے مقابل پر خدا تعالیٰ نے کسی جگہ نہیں فرمایا اور نہ اسکے رسولؐ نے کہیں ایسا کہا ہے کہ عزل کے متعلق بھی لوگوں کی آواز کو خدا کی آواز سمجھو۔ اسلئے ایسی آواز کو ہرگز خدا کی آواز نہیں سمجھا جائیگا۔ بلکہ اسکے برخلاف عزل کے متعلق اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اسکی کوشش کرنیوالے باغی اور منافق ہیں۔ پس ان دو باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور کوئی دانا شخص انہیں ایک نہیں قرار دے سکتا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا خوب فرماتے ہیں کہ:۔

"خدا تجھے ایک قمیص پہنائیگا لیکن منافق لوگ
اسے اُتارنا چاہیں گے مگر تم اسے ہرگز نہ اُتارنا"

کیا اس صریح ارشاد کے ہوتے ہوئے جہیں خلافت کے تقرر کو خدا کی طرف اور عزل کی کوشش کو منافقوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح خلیفہ کے تقرر کے متعلق لوگوں کی آواز کو خدا کی آواز قرار دیا جاتا ہے اسی طرح عزل کے متعلق بھی انکی آواز کو خدا کی آواز قرار دیا جائے ؟ بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں بار بار خلافت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ سے تعلق رکھنے والے ارشادات میں خلیفہ کے تقرر کو خدا کا فعل قرار دیا ہے اور حضرت عثمانؓ والی حدیث میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

نے خلافت کے تقرر اور عزل کی کوشش کو ایک دوسرے کے مقابل پر رکھ کر تقرر کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے اور عزل کی کوشش کو منافقت کا فعل گردانا ہے اور یہی تشریح خلافت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہے تو کیا ان واضح اور روشن حقائق کے ہوتے ہوئے کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ جس طرح خلیفہ کے تقرر کے معاملہ میں لوگوں کی آواز خدا کی آواز سمجھی جاتی ہے اسی طرح عزل کے معاملہ میں بھی لوگوں کی آواز کو خدا کی آواز سمجھنا چاہیئے؟ ان دونوں باتوں میں دن اور رات اور نور اور ظلمت کا فرق ہے۔ اور کوئی دانا انسان انہیں ایک نہیں قرار دے سکتا۔

کیا خلافت کا نظام دائمی ہے؟ سوال کرنے والے لوگ یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا خلافت کا نظام دائمی ہے یعنی کیا ایک نبی اور مامور کی وفات کے بعد یہ ضروری ہے کہ اس کی خلافت کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہے! ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر یہ سلسلہ دائمی ہے تو اس بالائی حکومت کے پیش نظر جو خدا کی طرف سے آتی ہے اسلام کا جمہوری نظام تو گویا ختم ہو گیا! اس کے جواب میں اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ گو خلافت کا حکم دائمی ہے یعنی جب بھی کوئی نبی مبعوث ہوگا تو اس کے بعد لازماً خلافت آئے گی۔ مگر خلافت کا سلسلہ دائمی نہیں ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک نبی کے بعد اسکے خلفاء کا سلسلہ ہمیشہ متصل صورت میں قائم رہے۔ بلکہ خلافت کا زمانہ حالات اور ضرورت پر موقوف ہے یعنی چونکہ خلافت نبوت کا تتمہ ہے اسلئے جب تک خدا تعالیٰ کسی نبی کے کام کی تکمیل اور اسکے بوئے ہوئے بیج کی حفاظت کیلئے خلافت کے سلسلہ کو ضروری خیال فرماتا ہے

سلسلہ قائم رہتا ہے اور اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور پھر خلافت کی جگہ ملوکیت یا بالفاظ دیگر جماعت اور قوم کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے چنانچہ ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خلفاء کے متعلق فرماتے ہیں:۔

الخلافة ثلاثون عاما ثم يكون بعد ذالك الملك ۔ (مسند احمد)

یعنی " میرے بعد خلفاء کا سلسلہ تیس سال رہے گا اور اسکے بعد ملوکیت کا رنگ قائم ہو جائے گا۔"

اور اصولی رنگ میں فرماتے ہیں:۔

ما كانت نبوة قط الا تابعتها خلافة وما من خلافة الا تبعها ملك (ابن عساکر)

یعنی " کوئی نبوت ایسی نہیں گذری جسکے بعد خلافت نہ آئی ہو۔ اور کوئی خلافت ایسی نہیں ہوئی جس کے بعد ملوکیت کا رنگ نہ قائم ہوا ہو۔"

نبوت خلافت اور ملوکیت کا دور: ان دو حدیثوں میں سے پہلی حدیث بتا رہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد متصل خلافت کا زمانہ تیس سال قرار دیا ہے۔ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ زمانہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تک پورا ہو جاتا ہے۔ جسکے بعد ملوکیت کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ اور دوسری حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی صورت ہر نبی کے زمانہ میں ہوتی ہے

کہ (۱) پہلے نبوت قائم ہوتی ہے۔ اور (۲) اس کے بعد خلافت آتی ہے۔ اور (۳) اس کے بعد ملوکیت یعنی بادشاہت اور حکومت کا رنگ شروع ہو جاتا ہے۔ پس حقیقت یہی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے جو یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی نبی کے بعد خلافت متصلہ کا سلسلہ دائمی طور پر نہیں چلتا بلکہ صرف اس وقت تک چلتا ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ نبوت کے کام کی تکمیل کیلئے ضروری خیال فرمائے۔ اور اس کے بعد ملوکیت کا دور آجاتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو قومی اور جماعتی تربیت کے لحاظ سے بھی یہی مناسب ہے کہ نبوت جو آغاز کرے جو گویا خدا تعالیٰ کی براہ راست نگرانی کا زمانہ ہے اور اس کے بعد خلافت کے وسطی زمانہ میں سے گذار کر جو گویا ایک درمیانی قسم کا مخلوط رنگ رکھتا ہے بالآخر الٰہی جماعت کو خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کیلئے آزاد کر دیا جائے۔ اس آخری زمانہ کو مُلک یا ملوکیت کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جس میں عربی اصطلاح کے مطابق امیر اور بادشاہ اور وقتی جمہوری حکومت اور مجلس مشاورت وغیرہ سب قسم کے نظام شامل ہیں۔ اور بنو امیہ اور بنو عباس کے خلفاء جو خلافت راشدہ کے بعد برسر اقتدار آئے سب اسی نوع میں داخل تھے گو وہ غلط طور پر خلیفہ بھی کہلاتے رہے جس کی وجہ سے کئی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔

حقیقتہً اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ ایک نہایت عجیب و غریب قسم کا مثلث دور ہے جس کے اول نمبر پر نبوت کا زمانہ ہے جس میں گویا خدا تعالیٰ خود سامنے آکر ایک شخص کو اپنے براہ راست الہام اور حکم سے کھڑا کرتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر خلافت کا وسطی زمانہ آتا ہے جس میں خدا نبوت کے زمانہ کو [illegible] خود

براہِ راست تو آگے نہیں آتا مگر پسِ پردہ رہ کر لوگوں کے دلوں اور زبانوں پر ایسا تصرّف فرماتا ہے کہ جس شخص کو خدا خلیفہ بنانا چاہتا ہے وہ اسی کے حق میں رائے دیتے ہیں۔ اور اسکے بعد تیسرے نمبر پر ملوکیت کا دور شروع ہوتا ہے جب خدا گویا پیچھے ہٹ کر خلافت اور قوم کو آزاد کر دیتا ہے کہ اب تم لوگ ابتدائی تربیت اور ابتدائی استحکام حاصل کر چکے ہو۔ سو آئندہ ہماری دی ہوئی تعلیم کے مطابق اپنے کاموں کو خود چلاؤ اور ہمارے پیدا کئے ہوئے اسباب کے ماتحت اپنے لئے ترقی کا رستہ کھولو۔ پس در اصل یہ تینوں دور اسلامی نظام کا حصہ ہیں اور قومی اصلاح اور قومی ترقی کیلئے ضروری اور لازمی ہیں۔ یہ صورت بعینہٖ وہی ہے جو ایک بچے کے معاملہ میں قدرتی طور پر اختیار کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ شروع میں وہ کلیۃً ماں باپ کے سہارے پر اور انکی نگرانی میں ہوتا ہے اور اسکے بعد اس پر گویا نیم نگرانی اور نیم آزادی کا دور آتا ہے اور بالآخر اسے ماں باپ اپنی مخصوص نگرانی سے آزاد کر کے اپنے بوجھوں کو خود اٹھانے اور اپنے قدموں پر خود کھڑے ہونے کیلئے آزاد کر دیتے ہیں۔ اور یہ تینوں دور جو بالکل فطری رنگ رکھتے ہیں بچے کی خاطر خواہ تربیت کے لئے لازمی اور ضروری ہیں۔

اس تشریح میں اس شبہ کا بھی جواب آجاتا ہے جو بعض ناواقف لوگوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ کیا اسلام کا نظام صرف تیس سال میں ختم ہو کر رہ گیا؟۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اوّل تو تیس سال کا زمانہ بھی مقدس بانیٔ اسلام کی پیشگوئی کے مطابق تھا اور اسلئے وہ بھی اسلام کی صداقت کی دلیل تھا۔ کہ

اسکے خلاف۔ دوسرے جیساکہ بھی بتایا گیا ہے تیس سال میں اسلام کا نظام ختم نہیں ہوا بلکہ اسلام کا ایک دور ختم ہو کر دوسرا دور شروع ہو گیا اور حکومت بہرحال اسلام کی رہی۔ یہ ایک خاص نکتہ ہے جو ہمارے نوجوانوں کو یاد رکھنا چاہئیے۔

رُوحانی خلافت کا دائمی دَور اس جگہ یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ ملوکیت کے دور سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ اس دور میں رُوحانی یعنی تجدیدی خلافت کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جہاں نبوت اور اسکے ساتھ آنیوالی متصل خلافت کے دوروں میں رُوحانیت اور دینی سیاست و تنظیم کی نہریں گویا ایک ہی وسیع دریا کی صورت میں مخلوط طور پر چلتی ہیں وہاں نبوت متصل آنیوالی خلافت کے بعد یہ مخلوط دریا دو جداگانہ نہروں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ایک نہر ملوکیت یعنی دنیوی سیاست کی بن جاتی ہے جسکی باگ ڈور بادشاہوں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے اور دوسری نہر خالص روحانی خلافت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے جو حسب ضرورت نبوت کی خدمت کیلئے ہمیشہ جاری رہتی ہے جیسا کہ ابتدائی چار خلفاء کے بعد اولیاء اُمت اور مجددین کے سلسلہ میں وقوع پذیر ہوا اور ظاہر ہے کہ خلافت متصلہ کے مقابل پر جو تیس سال کے عرصہ میں ختم ہو گئی اس قسم کی روحانی اور تجدیدی خلافت کا سلسلہ دائمی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتا۔

احمدیّت میں خلافت کا زمانہ اس جگہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا احمدیت میں بھی یہی صورت رونما ہوگی؟ سو جب احمدیت کا نظام اسلام کے نظام کی فرع اور اسی کا تتمہ ہے تو اسمیں کیا شبہ ہے کہ وہ بھی اسی الٰہی تقدیر کے تابع ہے جو اسلام کے متعلق عرشِ الوہیت سے جاری ہو چکی ہے لیکن چونکہ حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت جمالی ہے اور جمالی جلالی کے مقابلہ میں زیادہ وقت لیکر اپنے کمال کو پہنچتا ہے اسلئے یہ امید کی جاتی ہے کہ احمدیت میں خلافتِ متصلہ کا زمانہ نسبتاً زیادہ دیر تک چلیگا۔ لیکن بہرحال یہ اٹل تقدیر ظاہر ہو کر رہیگی کہ کسی وقت احمدیت کی خلافتِ متصلہ بھی ملوکیت کو جگہ دیکر پیچھے ہٹ جائیگی۔ بلکہ یہ خاکسار خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور بعض دوسرے مکاشفات کے ذریعہ اس بات کا علم رکھتا ہے کہ احمدیت میں اس قسم کی خلافت کب تک رہیگی اور ملوکیت کا دور کب شروع ہوگا۔ لیکن ایسی باتوں کا برملا اظہار قبل از وقت مناسب نہیں ہوتا اور آئندہ کی تقدیروں پر اخفاء کا پردہ رہنا ہی سنتِ الٰہی ہے۔ ولا علم لنا الا ما علمنا اللہ العلیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

سچے خلفاء کی علامات بالآخر صرف اس سوال کا جواب دیکر اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اسلامی تعلیم کے مطابق سچے خلیفہ کی علامت کیا ہے؟ اور یہ کس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ فلاں خلیفہ خدا کی طرف سے برحق خلیفہ ہے۔ اور فلاں شخص خلافت کی بجائے ملوکیت کی عبا پہن چکا ہے؟ سو اسکے متعلق میرے علم میں تین علامات مقرر ہیں۔ جن میں سے ایک تو ظاہری علامت ہے اور دو معنوی علامات ہیں جو معاملات اور نمود کے نتیجہ میں شناخت کیجاتی ہیں۔ پہلی اور ظاہری علامت تو یہ ہے کہ مومنوں کی جماعت کسی شخص کو اتفاق رائے سے یا کثرتِ رائے سے خلیفہ منتخب کرے۔ کیونکہ غیر مامور خلافت کے تقرر کیلئے یہ ضروری شرط ہے کہ خواہ حقیقی تقرر خدا کے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن ظاہر

میں مومنوں کی کثرت رائے کام کرتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یابی اللہ و یدفع المؤمنون۔ یعنی "خدا ابوبکر کے سوا کسی اور کی خلافت پر راضی نہیں ہوگا اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور کے انتخاب کو قبول کرے گی"۔ پس ہر غیر مامور خلیفہ کے متعلق اس ظاہری شرط کا پایا جانا ضروری ہے کہ وہ مومنوں کی اتفاق رائے یا کثرت رائے سے منتخب ہوا ہو سوائے اس کے کہ خاص حالات میں کوئی منتخب شدہ خلیفہ اپنے بعد کسی شخص کو خلیفہ مقرر کر جائے جس کے لئے علیحدہ استثنائی قانون مقرر ہے۔

دوسری علامت جو باطنی علامتوں میں سے ہونے کی وجہ سے کسی قدر غور اور مطالعہ چاہتی ہے وہ ہے جو قرآن شریف نے آیت استخلاف میں بیان کی ہے چنانچہ فرماتا ہے:۔

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔

یعنی "خدا تعالیٰ خلفاء کے ذریعہ ان کے دین کو تمکنت اور مضبوطی عطا کریگا اور ان کی (اور انکے ذریعہ جماعت کی) خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا"۔

ظاہر ہے کہ ہر نبی کی وفات پر لازماً اور نبی کے بعد ہر خلیفہ کی وفات پر عموماً جماعت میں ایک قسم کا زلزلہ وارد ہوتا ہے اور جماعت کے لوگ بعض اندرونی اور بیرونی فتنوں کی وجہ سے جماعت کے مستقبل کے متعلق خوفزدہ

ہو جاتے ہیں کہ اب کیا ہوگا۔ ایسے وقت میں خدا کی یہ سُنت ہے کہ وہ اپنے مقرر کردہ خلیفہ کے ذریعہ انہیں اطمینان اور تمکنت عطا فرماتا ہے۔ اور ان کی خوف کی حالت کو امن سے بدل دیتا ہے۔ اس طرح خلافت کا درخت اپنے پھل سے بتا دیتا ہے کہ یہ پودا خدا کا لگایا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سچے خلیفہ کی علامت کے متعلق سوال کیا اور پوچھا کہ یہ کیونکر معلوم ہو کہ خدا نے کسی کو خلیفہ مقرر کیا ہے؟ تو اسکے جواب میں آپؓ نے فرمایا:۔

"خلافت کا نشان (قرآنی آیت) وَلَیُمَکِّنَنَّ میں دیا گیا ہے۔ خدا جس کو خلیفہ بناتا ہے اسکی مخالفت میں کون کھڑا ہو سکتا ہے؟ خدا نے آدم کو خلیفہ بنایا۔ داؤد کو خلیفہ بنایا۔ ابوبکر و عمر کو خلیفہ بنایا اور اب نور الدین کو خلیفہ بنایا۔ کوئی مخالفت کر کے دیکھ لے کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے؟" (بدر جلد ۱۲۔ نمبر ۲۲)

تیسری علامت سچے خلیفہ کی میرے ذوق کے مطابق یہ ہے کہ خدا تعالے کسی نہ کسی صورت میں نبی پر یہ ظاہر فرما دیتا ہے کہ تیرے بعد فلاں فلاں اشخاص تیری بھیڑوں کے گلہ بان بنیں گے۔ اور پھر لوگوں کی ہدایت کیلئے نبی اپنی تحریر و تقریر میں کسی نہ کسی طرح اس کی طرف اشارہ فرما دیتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح احادیث موجود ہیں۔ اور یہی خدا

کے فضل سے یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق بھی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں واضح اشارات پائے جاتے ہیں۔ اور پھر ان چاروں خلفاء کی مجموعی علامت کے طور پر وہ جامع روایت کافی وشافی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے بعد خلافت راشدہ تیس ۳۰ سال تک رہے گی اور اسکے بعد ملوکیت شروع ہو جائیگی پس اگر غور کیا جائے تو یہ چاروں خلفاء کرام اپنے اپنے رنگ میں موعود تھے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی خلافت کے بارے میں تو واضح اور بیّن الہامات اور اشارات موجود ہی ہیں لیکن حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق بھی بعض اشارات ملتے ہیں لیکن اس جگہ اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالےٰ کی یہ بھی سنت ہے کہ وہ اپنے نبی کے علاوہ بسا اوقات صالح مومنوں پر بھی خواب وغیرہ کے ذریعہ ہونے والے خلیفہ کے متعلق کچھ نہ کچھ انکشاف فرما دیتا ہے۔ اور بلاریب یہ سب باتیں خلافت حقہ کی علامات میں داخل ہیں۔

نبوت کا دور تو گزر چکا اب خلافت کے دور کی قدر کرو

اب میں خدا کے فضل سے اس مضمون کے اس حصہ کو ختم کر چکا ہوں جو اس وقت میرے مدنظر تھا۔ اور اب آخر میں اپنے عزیزوں اور دوستوں سے صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ کسی عمارت کا گرانا کوئی قابل تعریف کارنامہ نہیں۔ ہمارے دوستوں کو عمارتوں کے بنانے اور انہیں مستحکم

کرنے اور سجانے کی طرف توجہ دینی چاہئیے۔ خالق فطرت نے انسان کا کام تعمیری مقرر کیا ہے نہ کہ تخریبی۔ اور خلافت تو حقیقتاً ایک بہت ہی بابرکت نظام ہے جو نبوت کے تتمہ کے طور پر خدا کی طرف سے دُنیا میں قائم کیا جاتا ہے۔ پس اس کی قدر کرو۔ نبوت کا زمانہ تو گذر گیا۔ اب خلافت کا زمانہ ہے۔ اور اس کے بعد اپنے وقت پر ملوکیت کا زمانہ آئے گا۔ مگر یاد رکھو کہ ہر دور اپنے دائرہ کے لحاظ سے گذشتہ دور سے وسیع تر ہونے کے باوجود اپنے سابقہ دور کی نسبت بحیثیت مجموعی برکات میں کم تر ہوتا ہے۔ پس اس زمانہ کی قدر کرو۔

"پھر خدا جانے کب آئیں یہ دن اور یہ بہار"

دیکھو! غلطی ہر شخص سے ہو سکتی ہے۔ مگر دانا انسان دوسروں کی خوبیوں سے ان کی قدر و قیمت کو ناپتا ہے نہ کہ ان کی کمزوریوں سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کئی موقعوں پر اپنی بعض غلطیوں کا ذکر کر کے تأسف کا اظہار کیا۔ مگر اس سے ان کی قدر و قیمت میں کمی نہیں آئی بلکہ اضافہ ہی ہوا۔ اور آج ان کا نام فضائے اسلام میں نیر نصف النہار کی طرح چمک رہا ہے۔ تم بھی خلافت احمدیت کے سنہری دور میں سے گذر رہے ہو۔ پس اس زمانہ کی قدر کو پہچانو اور اپنے بعد آنے والوں کے لئے نیک نمونہ چھوڑو۔ تاکہ بعد کی نسلیں تمہیں محبت اور فخر کے ساتھ یاد کریں اور تمہیں احمدیت کے معماروں میں شمار کریں نہ کہ خانہ خرابوں میں۔ بس اس کے سوا میں اس وقت کچھ نہیں کہوں گا۔ اللہ تعالیٰ تم

سب کے ساتھ ہو اور ہمارا حافظ و ناصر ہو اور ہمیں اس رستہ پر
چلنے کی توفیق دے جو اس کی رضا اور ہماری سعادت کا رستہ ہے۔
وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین۔ والسلام

خاکسار
مرزا بشیر احمد آف قادیان
حال ربوہ
۱۵ دسمبر ۱۹۵۱ء

الناشر

مہتمم نشر و اشاعت نظارت دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ

(ستارہ پریس سرگودھا میں چھپا)